صنعتی تعلقات کا اسلامی ماڈل

مفتی محمد رفیع عثمانی

اس وقت پوری دنیا دوراہے پر کھڑی ہوئی ہے۔ سوشلسٹ نظام دَم توڑ چکا ہے' اور سرمایہ داری نظام' پوری انسانیت پر اژدہا بن کر دندنا رہا ہے۔ دنیا کی نظریں کسی ایسے نظام کو تلاش کر رہی ہیں جو اس اژدہے سے انسانیت کا تحفظ کر سکے۔ اس موقع پر اُمتِ مُسلمہ کی عموماً اور مسلمان دانشوروں اور علمائے دین کی خصوصاً یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے کہ اسلام کے اس دعویٰ کا اپنی تحقیقات اور اپنے کردار سے ثبوت پیش کریں کہ وہ زندگی کے تمام مسائل کا بے نظیر حل اپنے پاس رکھتا ہے۔

اجتماعی زندگی کا ایک اہم دائرہ صنعتی تعلقات کا ہے' جس کے کسی ملک کی معیشت پر گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہمیں واضح اسلامی ہدایات ملتی ہیں۔ یہاں اس کے اسلامی ماڈل کے حوالے سے چند معروضات پیش کی جارہی ہیں۔

آجر اور مستاجر کے درمیان تعلقات کی جو نوعیت اس زمانے میں ہوگئی ہے' عہدِ رسالت میں یہ حالات ہی نہیں تھے کہ ان کے بارے میں جزوی اور متعین احکام قرآن و سنّت میں بیان کیے جاتے۔ لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ تِبۡیَانٗا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ' وہ ہر چیز بیان کرتا ہے۔ یعنی 'قیامت تک جتنے مسائل انسانیت کو پیش آسکتے ہیں' ان سب کے اصول اس قرآن میں ملیں گے۔ کہیں وہ اشارے کے طور پر ملیں گے اور کہیں اشارے سے بھی کم صرف ایک روح کے انداز میں ملیں گے' لیکن ملیں گے ضرور۔ ان کی مزید تفصیلات احادیث میں آتی ہیں۔ الحمدللہ' ہمارے پاس ایسا ذخیرہ موجود ہے کہ تھوڑے سے غور و فکر کے بعد ہم ان مسائل کے تفصیلی احکام مدّون کر سکتے ہیں اور پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ کے سامنے یکساں جواب دہی

سرمایہ داری یا سوشلسٹ نظام دونوں کی اصل یہ ہے کہ انسان بھی ایک جانور ہے اور جب یہ مر

جائے تو فنا ہو جائے گا۔ مرنے کے بعد کسی عمل کی جزا اور سزا نہیں ہے۔جبکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان کی ازلی زندگی تو یوم آخرت سے شروع ہوتی ہے، اور ہر عمل کی جزا اور سزا آخرت میں ملنے والی ہے۔ اس لیے اللہ کی خوشنودی کے لیے دنیا میں جدوجہد کرنا بھی انسان کے دینی فرائض میں شامل ہے۔مال و دولت کمانا، صنعت و تجارت کرنا، مزدوری و ملازمت کرنا، یہ کوئی دنیا داری نہیں ہے، یہ بھی دین ہے، اور دو شرطوں کے ساتھ یہ بھی عبادت ہے۔ایک یہ کہ نیت درست ہو، دوسرا یہ کہ عمل شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہو۔ ان دو شرائط کی موجودگی میں ہر عمل عبادت بن جاتا ہے اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔یہ وہ بنیادی بات ہے جو مسلمان مزدور، صنعت کار اور تاجر کے رگ و پے میں اچھی طرح سے سما جائے تو اجیر اور مستاجر کے تعلقات میں وہ انقلاب رونما ہو گا کہ نہ کسی ٹریڈ یونین کی ضرورت باقی رہ جائے گی، نہ یہ جھگڑے پیش آئیں گے جس میں آج ہماری صنعتی دنیا گرفتار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طلب الحلال فریضة بعد الفریضة، یعنی ارکانِ اسلام کے بعد یہ بھی دین کا ایک فریضہ ہے کہ انسان حلال کمائے۔ حلال کمانے کے لیے صنعت و تجارت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، مزدوری و ملازمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔قرآن کریم ایک بات اور بھی کہہ رہا ہے۔ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اللہ نے خرید لی ہیں مومنین کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے بدلے۔ (التوبہ ۹:۱۱۱) خریدار کون ہے، اللہ رب العالمین۔ فروخت کرنے والا کون ہے، مومنین ہیں، ہم لوگ ہیں۔اور خریدی کیا چیز گئی ہے، ہماری جانیں اور مال۔سودا کس چیز کے عوض ہوا ہے، جنت کے عوض۔ گویا ہر مومن اجیر ہے اور اللہ رب العالمین اس کا مستاجر ہے۔یہاں صنعت کار اور اجیر کی تفریق مٹ جاتی ہے۔صنعت کار بھی اجیر ہے اور اجیر تو اجیر ہے ہی، اور یہ دونوں ایک رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔یہ جواب دہی کا نظریہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو انسان کو اور اسلامی معاشرے کو جور و ظلم سے بچانے کی واحد ضمانت ہے۔قرآن و سنت کی تعلیمات مثالی ہیں، اور پیشوں کی آزادی، پیشوں کا احترام، محنت کا احترام اور ذرائع معاش کی آزادی اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیادی روح ہے۔

ٹریڈ یونین کی ضرورت کیوں؟

ٹریڈ یونین کی ضرورت سرمایہ داروں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے پیش آتی ہے۔ سرمایہ داری نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ وسائلِ معاش چند افراد اور گروہوں کے قبضے میں آ جاتے ہیں اور باقی تمام قوم ان کی محتاج بن جاتی ہے۔اگر مزدور کارخانے میں ملازمت نہیں کرے گا تو اسے اور کوئی

ذریعہ معاش ملنے کی امید نہیں ۔وسائل معاش محدود ہیں' جو چند افراد اور حکومت کی سرکاری مشینری کے قبضے میں ہیں ۔اب مزدور ایک انسان ہے جس کو اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے ۔وہ لامحالہ یا تو کارخانہ دار کے ظلم و ستم برداشت کرے اور اس کی شرائط پر ملازمت کرے 'یا زمیندار کے ظلم و ستم کو برداشت کرے اور اس کی شرائط پر کام کرے ۔اسلام کے معاشی نظام کی بہت بڑی خصوصیت جو اسے سرمایہ داری نظام سے جدا کرتی ہے 'یہ ہے کہ اس نے معاشی وسائل کی بہتات کا اہتمام کیا ہے 'تاکہ ایک مزدور جسے ایک کارخانہ دار مناسب اجرت دینے پر تیار نہیں ہے 'اس کو وہاں عزت نفس نہیں ملتی' وہ بڑے اطمینان سے اس ملازمت پر ٹھوکر مار دے اور دوسرا ذریعہ معاش اختیار کر لے ۔اگر صحیح معنوں میں اسلام کا معاشی نظام نافذ ہو گا تو وہاں کوئی مزدور اس پر مجبور نہیں ہو گا کہ اگر کارخانہ دار کی ناجائز بات نہیں مانوں گا تو بھوکا مرجاؤں گا۔

سرمایہ داری نظام میں وسائل محدود ہیں اور وہ سب چند افراد کے قبضے میں ہیں ۔مزدور جب ملازمت کرنے آتا ہے اور اس کے گھر میں فاقے ہو رہے ہیں تو اس وقت وہ صنعت کار کی سخت شرائط کو منظور کر لیتا ہے ۔سرمایہ دار اس کی اس کمزوری کو جانتا ہے اور اس پر مزید ظلم و ستم کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔اس ظلم و ستم سے بچنے کے لیے ٹریڈ یونین وجود میں آتی ہے اور پھر ٹریڈ یونین نہ صرف یہ حقوق منواتی ہے بلکہ ان حقوق کے حصول کے نام پر ایسے مظالم روا رکھتی ہے کہ صنعتی زندگی کو مفلوج بھی کر دیتی ہے اور طرح طرح کے ناجائز کاموں کا ارتکاب بھی کرتی ہے ۔انھوں نے ظلم کیا تو یہ اس کا جواب ظلم سے دیتے ہیں ۔وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا کا منظر سامنے آتا ہے کہ اللہ بعض ظالموں پر دوسرے ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے ۔ (الانعام ۶: ۱۲۹) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صنعتی تعلقات میں خوشگواری نہ پہلے تھی نہ بعد میں وجود میں آتی ہے ۔ٹریڈ یونین کے آنے سے کچھ اور نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں 'جھگڑے بڑھ جاتے ہیں ۔کبھی تالہ بندی ہوتی ہے 'کبھی اسٹرائیک ہوتی ہے 'اور دونوں کے نتیجے میں صنعت مفلوج ہو جاتی ہے 'معاشی ابتری ملک میں پھیل جاتی ہے ۔مسائل کا یہ حل نہیں ہے ۔نہ ٹریڈ یونین اس کا حل ہے 'نہ سرمایہ داری نظام ۔اس کا واحد حل وہ اقتصادی نظام ہے جس کے اندر پیشوں کی آزادی ہو 'محنت کا احترام ہو 'وسائل معاش کی بہتات ہو۔

اجیر اور مستاجر کے تعلقات کی بنیادیں

معاہدہ ملازمت : اجیر و مستاجر کے تعلقات اس وقت شروع ہو جاتے ہیں جب اسے ملازم رکھ لیا جاتا ہے ۔اس کے بارے میں قرآن کریم 'احادیث نبوی ؐ اور فقہی تفصیلات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ملازمت کا ایک معاہدہ طے پانا چاہیے 'جس میں کام کی نوعیت 'وقت کی مقدار 'تنخواہ

اور تنخواہ کے علاوہ جو جو سہولتیں متاجر دینے کے لیے تیار ہے ان کی وضاحت ، تعطیلات کی تفصیلات ، اوقاتِ کار ، مدتِ ملازمت ، عزل و نصب کے اختیارات ، معاہدہ کو فسخ کرنے کی تفصیلات طے ہونا ضروری ہیں۔ اجیر و متاجر کے درمیان اس طرح کے معاہدے کو اجارہ کہتے ہیں۔ اگر یہ امور طے نہ ہوں تو فقہا یہ کہتے ہیں کہ ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اس کو فسخ کرنا شرعاً واجب ہے اور ایسا اجارہ کرنے والے دونوں گناہ گار ہیں۔

قرآن کریم میں اس کی بنیادیں موجود ہیں۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۲۷ میں حضرت موسیٰ ؑ کے واقعے سے رہنمائی ملتی ہے۔ حضرت شعیب ؑ کی دونوں صاحبزادیوں میں سے ایک نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ ان کو گھر کے کام کاج کے لیے ملازم رکھ لیجیے ' تو حضرت شعیب ؑ نے حضرت موسیٰ ؑ سے فرمایا: میرا ارادہ یہ ہو رہا ہے کہ میں ان دو لڑکیوں میں سے کسی ایک کا نکاح تم سے کر دوں ' اس شرط پر کہ تم میرے ہاں آٹھ سال تک ملازمت کرو گے۔ میرے گھر کا کام کاج کرو گے ' کیونکہ گھر میں کوئی اور مرد کام کرنے والا نہیں تھا۔ کام متعین تھا ' جگہ متعین تھی ' اس کی مدت بھی آٹھ سال مقرر ہوگئی تھی۔ آگے فرمایا: اگر تم نے دس سال پورے کر دیے تو تمھاری طرف سے احسان ہو گا۔ اور میں تمھیں کوئی ایسا کام نہیں کہوں گا جس سے تمھیں مشقت اور تکلیف لاحق ہو۔ تم مجھے ان شاء اللہ نیکو کار پاؤ گے۔ متاجر کیا کہہ رہا ہے: اجرت بتا رہا ہے۔ اجرت کیا ہے: اپنی بیٹی نکاح میں دے دوں گا۔ (اس زمانے میں یہ شرعاً جائز تھا)۔ کام کیا ہے: گھر کا کام کاج۔ مدت آٹھ سال کی ہے ' اس سے زیادہ ایک دو سال اور لگا دو گے تو تمھارا مزید احسان ہو گا۔ اپنے اوپر ذمہ داری لے رہا ہے کہ میں تم پر ایسا کام نہیں ڈالوں گا جو تمھارے لیے مشقت اور تکلیف کا باعث ہو اور تم مجھے جو معاہدہ میں تم سے کر رہا ہوں اس کی پابندی کرنے والا پاؤ گے اور بھی جو باتیں ایک نیک انسان سے متوقع ہوتی ہیں ان شاء اللہ وہ تم کو حاصل ہوں گی۔ یہ متاجر کی طرف سے ایجاب ہے۔ اب اجیر جواب دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ معاملہ میرے اور تمھارے درمیان طے پا گیا ہے۔ ان دو مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں ' میرے اوپر کوئی زور یا جبر نہیں ہو گا۔ یعنی مجھے اختیار ہو گا کہ ان دونوں میں سے جو بھی مدت چاہوں اختیار کروں ' اس سے کم نہیں کروں گا۔ اور جو کچھ میں اور آپ بات کر رہے ہیں اور معاہدہ ملازمت طے پا رہا ہے اس کے اوپر ہم اللہ تعالیٰ کو نگران مقرر کرتے ہیں۔ کوئی بدنیتی ' بد دیانتی کسی ایک کی طرف سے سرزد ہوگی تو وہ ہر انسان کے عمل سے باخبر ہے اور ہمارا احتساب اسی کے سامنے ہونے والا ہے۔

صلاحیت : ملازم کی صلاحیتوں کے بارے میں ہمیں دو جگہوں پر معیار ملتے ہیں۔ ملازم اور

مزدور دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک ملازمین وہ ہوتے ہیں جو انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ایک وہ مزدور ہوتا ہے جس کا کام محنت سے ہوتا ہے۔انتظامی ملازمین کے لیے معیار قرآن کریم نے حضرت یوسف ؑ کے واقعے میں دیا ہے۔یوسف ؑ سے بادشاہ مصر نے کہا: ہمارے نزدیک تم امانت دار ہو' معزز ہو۔جب حضرت یوسف ؑ نے دیکھا کہ قحط سے بچانے کا کوئی اور انتظام بظاہر نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں اپنی خدمات پیش کروں' مجبوراً انھوں نے اپنے آپ کو پیش کیا' اور فرمایا: آپ مجھے خزائن الارض پر مقرر فرما دیجیے۔زمین کے تمام خزانوں پر جس میں زرعی پیداوار بھی ہے۔اس کا مطلب میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ وزیر خزانہ اور وزیر تجارت و زراعت مجھے بنا دیجیے۔کیوں؟ میرے اندر دو صفتیں ہیں: ایک میں حفاظت کرنے والا ہوں' دوسرے یہ کہ میں امانت دار ہوں۔تمام امور اور احوال کی' زرعی پیداوار کی' اور جو راز اور انتظامی امور مجھ سے متعلق ہوں گے ان سب کی میں حفاظت کرنے والا ہوں۔ان تمام کاموں کے لیے علم کی ضرورت ہے' تو الحمدللہ مجھے علم کی دولت بھی حاصل ہے کہ میں جانتا ہوں کہ کون سے موقع پر کتنا مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ایک وزیر خزانہ کو اپنا کام سنبھالنے کے لیے جن دو اہم اوصاف کی ضرورت تھی وہ حضرت یوسف ؑ نے پیش کیے۔

دوسری قسم کے ملازم محنت کار ہوتے ہیں۔ان کے لیے بھی حضرت موسیٰ ؑ کے واقعہ میں دو وصف بیان فرمائے گئے ہیں۔صاحبزادی نے کہا: اباجان' آپ اس کو گھر میں ملازم رکھ لیں۔سب سے اچھا اجیر وہ ہے جو قوی ہو اور امانت دار ہو۔قوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام اس سے متعلق ہے اس کی پوری اہلیت' صلاحیت اور جسمانی قوت اس کے اندر موجود ہو۔اور امانت دار ہونے کا وصف بھی موجود ہو۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں ملازمت اور مزدوری میں کوٹے کا تصور نہیں ہے۔یہ نہیں ہے کہ نااہل آدمی اگر یوں کہے کہ "کیوں کہ میں فلاں شہر میں پیدا ہوا تھا اس واسطے مجھے فلاں ملازمت پر ضرور لگایئے ورنہ آپ ظالم ہوں گے"۔اس کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔یہاں اہلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر فیصلے ہوں گے۔اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی ملازم اہلیت اور صلاحیت میں ناقص ہے تو پھر یہ ایک ناانصافی کی بات ہے کہ وہ پھر بھی اسی جگہ ملازمت پر اصرار کرے۔دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کام کو چھوڑ دے۔

محنت کا احترام: محنت کا احترام صنعتی تعلقات میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ہمارے معاشرے میں یہ تصور پتا نہیں کیسے آیا کہ مزدور حقیر ہے اور مستاجر باعزت۔درحقیقت یہ تصور ہندو رسم و رواج کا حصہ ہے۔ان کے یہاں طبقات تھے' جوتے گانٹھنے والا موچی اور چمار کہلاتا تھا' بیت

الخلا صاف کرنے والا بھنگی کہلاتا تھا۔ اسلام میں یہ تصورات نہیں ہیں۔ حضرت داؤد ؑ نے لوہار کا کام کیا، حضرت ادریس ؑ نے بڑھئی کا کام کیا، تمام انبیا ؑ نے بکریاں چرائیں۔ رسول اللہ ؐ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں پتھر ڈھوئے، غزوہ خندق کے موقع پر زمین کھودی۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ؐ جب گھر میں ہوتے تھے اپنے جوتے کو گانٹھ لیتے تھے، اپنے کپڑے کو سی لیتے تھے، اپنی بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ یہ تمام کام رسول اللہ ؐ نے کر کے بتلائے کہ ان میں سے کسی کام میں نہ ذلت ہے نہ وقار و عزت کے خلاف کوئی بات ہے، بلکہ یہ تو مکارم اخلاق ہیں۔

ایک انصاری آپ ؐ کے پاس تشریف لائے اور کہا: میرے پاس مال کچھ بھی نہیں ہے، کچھ پیسے دے دیجیے۔ آپ ؐ نے فرمایا: گھر میں تمھارے پاس کچھ تو ہو گا۔ کہا: ہاں ایک ٹاٹ ہے، جس کے کچھ حصہ کو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ حصے کو بچھا لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے۔ فرمایا: دونوں لاؤ۔ آپ ؐ نے اسے نیلام کرایا، ۲ درھم میں وہ فروخت ہوئے۔ آپ ؐ نے کہا کہ جاؤ اس میں سے ایک درھم تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ اور ایک درھم سے کلہاڑی کا پھل خریدا اور لکڑی آپ ؐ نے اپنے دست مبارک سے لگائی، اور فرمایا، جاؤ، لکڑیاں کاٹو اور فروخت کرو، اور اس سے اپنا پیٹ پالو۔ آیندہ کے لیے جمع کرو اور ۱۵ دن تک سامنے نہ آنا۔ چنانچہ ۱۵ دن کے بعد آئے تو ۱۰ درہم کما چکے تھے۔ پھر آپ ؐ نے اس کا طریقہ بتایا، کتنے پیسے خرچ کرو، کتنے پس انداز کرو، کتنے فلاں کام میں لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا کام کروا دیا۔ پھر آپ ؐ نے کسب حلال کی فضیلت بیان فرمائی کہ ”سب سے بہتر رزق وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کرتا ہے“۔ چاہے جھاڑو دے کر حاصل ہو، چاہے بیت الخلا صاف کر کے حاصل ہو، چاہے ہوٹلوں میں بیرا بن کر حاصل ہو۔ اس سے عزت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

ایک اور بڑی اہم بات ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ ؐ نے فرمایا: جس شخص نے اس حالت میں شام کی کہ وہ کاموں سے تھک کر چور ہو گیا--- یہ نہیں بتایا کہ کون سے کام، ظاہر ہے کہ وہ دنیا کے کام ہیں، تجارت کے کام ہیں، مزدوری کے کام ہیں--- تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اب اندازہ کیجیے، محنت کا کتنا احترام ہے، محنت کی کتنی عظمت ہے۔

تاجر کے بارے میں فرمایا: وہ تاجر جو سچا بھی ہے اور امانت دار بھی ہے، اس کا حشر آخرت میں انبیا کرام، صدیقین، اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔ اللہ رب العالمین یہ فرما رہے ہیں کہ جو تاجر صدق و امانت میں کامل ہو وہ آخرت میں آنحضرت ؐ اور انبیا کرام ؑ کے ساتھ ہو گا۔ یہ معمولی اعزاز نہیں ہے، بہت بڑا اعزاز ہے۔ اور ایسا تاجر امانت دار نہیں ہو سکتا جو اپنے مزدور اور ملازم کے ساتھ ناانصافی کرتا

ہو، خیر خواہی نہ کرتا ہو، ہمدردی نہ کرتا ہو۔ اس لیے محنت کا احترام صنعتی تعلقات کی بہتری کے لیے اسلام کی نظر میں ایک بڑی اہم بنیاد ہے۔

دکاندار نے 'صنعت کار نے آپ کا وقت خریدا ہے 'محنت خریدی ہے' اور آپ نے فروخت کی ہے۔ یہ تصور کہیں نہیں ہوتا ہے کہ کیونکہ یہ خرید رہا ہے اس لیے یہ اعلیٰ مرتبے کا ہے اور کیونکہ یہ فروخت کر رہا ہے تو ادنیٰ مرتبے کا ہے۔ آپ میں اور صنعت کار میں کسی کو اونچا نیچا ہونے کا حق نہیں ہے۔

ادائے حق : محنت کے احترام کے ساتھ ساتھ ادائے حقوق تیسری بنیاد ہے۔ قرآن کریم اور سیرت نبوی ؐ کی تعلیمات میں حق والوں کو خطاب کر کے یوں نہیں کہا گیا کہ تم اپنا حق وصول کر لو۔ یہ اور بات ہے کہ اپنا حق وصول کرنے کے لیے جدوجہد کی بھی اجازت ہے۔ اس کے بجائے یہ ترغیب دی گئی ہے کہ تم دوسروں کے حقوق ادا کرو۔ حکم یہ ہے کہ تم امانتیں ان لوگوں کو پہنچا دو جن کی وہ امانت ہیں۔ اس حکم پر عمل ہو جائے تو دوسرے پر خود بخود عمل ہو جائے گا، کیونکہ ایک کا حق دوسرے کا فریضہ ہے۔ یہ سرمایہ داری نظام کی ایک بلا ہے کہ حقوق مانگنے میں تو سب ایک دوسرے سے آگے ہیں، اور ادائے حقوق کا کوئی ذکر بھی نہیں ہوتا۔ مسلم معاشرے میں بھی ایک بھیڑ چال ہے۔ پروپیگنڈہ کے باعث اور موجودہ معاشی نظام کی وجہ سے یہ ذہن بنا ہے کہ مزدور کا ہر مطالبہ مبنی برحق ہے۔ لیکن کیا صنعت کار اور تاجر کے حقوق نہیں ہیں۔ اللہ رب العالمین کے بندے دونوں ہیں اور مزدور بھی ہیں۔ مزدور کے حقوق، سرمایہ دار کے فرائض ہیں اور سرمایہ دار کے حقوق مزدور کے فرائض ہیں۔ قرآن کریم نے ادائے حقوق کا بہت اہتمام کیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم میں ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ "ویل" کہتے ہیں بربادی کو، عذاب کو، اور مفسرین نے لکھا ہے کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ویل ہے، جو اتنی گہری ہے کہ اگر اوپر سے پتھر پھینکا جائے تو چالیس سال کے بعد اس کی تہ میں پہنچے گا۔ مطفف کہتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والے کو۔ دودھ والا دودھ ناپتا ہے اور اپنا کرتب دکھاتا ہے، ایک کلو کے بجائے پونا کلو دودھ دیتا ہے۔ کپڑا ناپنے والا گزوں سے ناپتا ہے اور اپنی مہارت دکھاتا ہے اور ہر گز کے اندر سے ایک دو انچ بچالیتا ہے۔ یہ تو ناپ میں کمی ہوئی۔ تول میں کمی وہی ہے جو ہمارے پاکستانی تاجر بکثرت کرتے ہیں، یعنی ڈنڈی مارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہے، بربادی ہے، یا جہنم کی وہ وادی مقرر ہے (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے)۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی صفت بیان کی اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ، جب دوسروں سے ناپ کر چیز

لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں 'لیکن وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ' جب ناپ کر دوسروں کو کوئی چیز دیتے ہیں اور وزن کر کے کوئی چیز دیتے ہیں تو ڈنڈی مارتے ہیں۔ اشارہ اس جانب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی زبردست حماقت کی بات ہے۔ آدمی یہ چاہے کہ جب دوسروں کو دے تو ناپ تول میں کمی کر کے دے ' اور دوسروں سے پورا پورا ملے 'ایسا نہیں ہو گا۔ جب دودھ والا ڈنڈی مارے گا اور دوا لینے کے لیے کیمسٹ کے پاس جائے گا تو وہ بھی ڈنڈی مارے گا 'اور کیمسٹ جب ڈاکٹر کے پاس جائے گا تو وہ بھی اس کی جیب کاٹے گا۔ اور ہر ایک خوش ہے کہ میں نے اس سے پانچ دس روپے بچا لیے۔ بچایا وچایا کچھ نہیں 'جتنا بچایا تھا اس سے زیادہ چھن گئے۔

میرے والد ماجد مفتی محمد شفیع عثمانی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حکم خریدار اور اس کے گاہک کا ہے ' بالکل وہی حکم اجیر اور مستاجر کے درمیان ہے۔ اجیر نے تنخواہ پوری پوری لے لی۔ ڈیوٹی اس کی آٹھ گھنٹے کی تھی 'اس نے آدھ گھنٹہ چائے پینے میں 'گپ شپ کرنے میں 'ذاتی خطوط لکھنے میں 'اخبار پڑھنے میں گزار دیے۔ یہ بھی مطفف ہے۔ کیونکہ اس نے پیسے پورے لے لیے 'مال تجارت پورا نہیں دیا۔ سرکاری ملازم ہو یا افسر ہو 'کارخانہ کا منیجر ہو یا کلرک۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت شعیب ؑ کی قوم پر جو عذاب آیا تھا ان کا جرم کیا تھا۔ یہی تطفیف تو ان کا جرم تھا۔ وہ قوم ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی۔ قرآن میں اس کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ قوم کو کس طریقے سے برباد کیا گیا۔

ایک بات اور ہے ' جو کہیں اپنے درجے میں فرض ہے 'کہیں مستحب ہے ' اور وہ یہ ہے کہ سرمایہ دار مزدور کی خیر خواہی کرے اور مزدور سرمایہ دار کی خیر خواہی کرے۔ رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے ' الدّین النصیحہ ، پورا دین نصیحت ہے 'ملازم اور مزدور کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے حقوق کا لحاظ رکھو۔ اور مزدور بھی پابند ہے کہ مالک اور کارخانہ دار کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ یہ خیر خواہی مزدور میں جب تک پیدا نہیں ہوگی ' جب تک مزدور کا دل اس میں شامل نہیں ہو گا۔

(نیشنل لیبر فیڈریشن کے ایک سیمینار میں کی گئی تقریر)